حکیم محمود احمد ظفر (سیالکوٹ)

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی تھے، آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو سہم سے تھا۔ یہ خاندان زمانۂ جاہلیت میں بھی ایک معزز خاندان سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے فصلِ مقدمات کا عہدہ اس خاندان میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب علمِ توحید بلند کیا تو قریش کے اور قبائل کی طرح بنو سہم نے بھی آپ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ چنانچہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ قریش کا جو وفد حبشہ سے مسلمانوں کو نکلوانے کے لئے نجاشی کے پاس گیا تھا۔ سیدنا عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ اس کے ایک سرگرم رکن تھے۔

غزوہ خندق تک وہ قریش کے ساتھ رہے۔ لیکن اس غزوہ کے بعد وہ اسلام سے متاثر ہونا شروع ہو گئے۔ قریش کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو حقیقتِ حال کا پتہ چلانے کے لئے ان کے پاس بھیجا۔ اس شخص نے آپ سے بحث کرنا شروع کی۔ لیکن وہ آپ کو متاثر نہ کر سکا۔ (الاصابہ جلد ۵ صـ۲)

فتح مکہ سے پہلے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو انہیں مدینہ طیبہ کے راستے میں ملے، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ خود فرماتے ہیں کہ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، بعد میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں بیعت کروں گا لیکن آپ میرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیجئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا عمرو! بیعت کر لو، اسلام پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور ہجرت بھی ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ چنانچہ میں نے بیعت کی اور واپس چلا گیا۔

(مسندِ احمد جلد ۴ صفحہ ۱۹۸، البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۲۳۸-۲۴۰، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

طبیعت میں انتہا پسندی تھی، چنانچہ حالتِ کفر میں بھی شدید تھے اور جب حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تو پھر بھی اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں کفر کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا اگر اسی حالت میں مرجاتا تو سیدھا جہنم میں جاتا۔ اور جب حلقہ بگوشِ اسلام ہوا تو آپؐ سے زیادہ کوئی ذات میری نگاہ میں وقیع اور باعزت نہ تھی۔ اور میں پوری زندگی آنکھ بھر کر آپؐ کے روئے انور کو نہ دیکھ سکا۔ (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۴۹)

عہدِ رسالت میں مختلف علاقوں میں آپ کو بھیجا گیا اور سواع جو بنو ہذیل کا صنم کدہ تھا، اس کو گرانے کے لئے بھی آپ کو بھیجا گیا۔ آپ نے انہیں عبید اور جیفر عمان کے حاکموں کے پاس بھی اپنے خطوط دے کر بھیجا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے آپ وہیں مقیم ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں وہاں کا گورنر بھی مقرر فرمایا تھا۔ (ملاحظہ ہو فتوح البلدان صفحہ ۸۳، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۷)

خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں آپ نے بہت سی جنگوں میں شرکت فرمائی۔ اجنادین۔ دمشق، مصر، اسکندریہ، طرابلس الغرب وغیرہ کی فتوحات آپ ہی کی جرأتِ ایمانی کی مرہونِ منت ہیں۔ سیدنا ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں فتنۂ ارتداد کی سرکوبی میں بھی آپ نے اپنے نمایاں جوہر دکھائے۔

سیدنا عمرؓ نے اپنی خلافت کے آخری سالوں میں انہیں مصر کا گورنر مقرر فرمایا لیکن ۲۶ھ میں سیدنا عثمانؓ نے انہیں وہاں کی گورنری سے معزول کر کے سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا۔ آپ نے اس بات کا بالکل بُرا نہ منایا اور واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ آپ نہایت ذہین اور رسا ذہن کے مالک تھے اسی وجہ سے سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمانؓ بن عفان اہم امور میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ خصوصی طور پر سیدنا عثمانؓ تو ہر مشکل موقع پر ان ہی کے مشورہ کو ترجیح دیتے تھے۔ شورش کے زمانے میں

جب باغیوں نے اپنے مطالبات منوانے کے لئے تخریبی ذرائع استعمال کرنے شروع کئے تو سیدنا عثمان رضؓ نے ایک مشاورتی کونسل منعقد کی جس کے ایک رکن سیدنا عمرو بن العاص رضؓ بھی تھے۔ تمام اراکین کونسل کے مشورہ کے بعد آپ سے خاص طور پر آپ کی رائے پوچھی (طبری جلد ۵ ص۹۹)
کئی اور موقعوں پر بھی آپ نے باغیوں کے سامنے سیدنا عثمان رضؓ کی صفائی پیش کی۔

(یعقوبی جلد ۲ ص۲۰۲، ابن اثیر جلد ۳ ص۷۵)

شہادت عثمان رضؓ کے بعد یہ بھی سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضؓ کی طرح عزت کی زندگی بسر کرنے لگے اور جنگ جمل کا قیامت خیز واقعہ بھی انہیں گوشۂ عزلت سے باہر نہ نکال سکا۔ لیکن جب سیدنا علی رضؓ نے شام پر چڑھائی کی تو سیدنا معاویہ رضؓ نے اس بہترین دماغ کی ضرورت محسوس کی چنانچہ ان کو خط لکھ کر شام بلا لیا۔ (تاریخ الاسلام السیاسی جلد ۱ ص۲۷۵)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "عمرو بن العاص رضؓ قریش کے صالح اور نیک لوگوں میں سے ہیں"

(الاصابہ جلد ۵ ص۳)

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا "کیا وہ شخص نیک خصال نہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر دم تک محبوب رکھا ہو؟" آپ نے فرمایا کہ اس کی سعادت اور نیک خصلت میں کس کو شک ہو سکتا ہے؟" وہ بولا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک آپ سے محبت کرتے رہے" (تہذیب التہذیب جلد ۸ ص۵۷، اسد الغابہ جلد ۴ ص۱۱۷)

سیدنا عمرو بن العاص رضؓ قوت ایمانی میں ایک مینار کی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ زبان رسالت نے ان کے بارہ میں جو ریمارکس دیئے ہیں وہ شنیدنی ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

اسلم الناس وآمن عمرو بن العاص

لوگ تو اسلام لائے لیکن عمرو بن العاص رضؓ ایمان لائے۔

(مسند احمد جلد ۴ ص۱۵۵)

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

ابنا العاص مومنان یعنی ھشام وعمرو۔

عاص کے دونوں بیٹے ہشام رضؓ اور عمرو رضؓ پکے مومن ہیں ۔ (مسند احمد جلد ۴ ص ۳۵۳)

عقل و دانش اور تدبیر و سیاست میں ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے ۔ جو اس بارہ میں نہایت قابلِ اعتماد سمجھے جاتے تھے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا :

"تم اسلام میں ایک صائب الرائے آدمی ہو ۔"

انکی زیرکی اور تدبّر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مہمات ان کے سپرد فرماتے بلکہ بعض دفعہ سیدنا ابوبکر رضؓ اور سیدنا عمر رضؓ جیسے جلیل القدر صحابہ پر بھی انہیں امیر بنایا گیا ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۱۵۶)

سیدنا عمر رضؓ جیسا ذہین اور صاحبِ تدبّر انسان بھی ان کی اس خوبی کا اعتراف کرتا تھا

(الاصابہ جلد ۵ ص ۴۳)

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ و خیرات کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت فراخ دل عطا فرمایا تھا اس سلسلہ میں امام حاکم نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سریہ میں سیدنا عمرو بن العاص رضؓ کو بحرین بھیجا اور خود آپ ایک دوسرے غزوہ پر تشریف لے گئے ۔ کئی لوگ آپ کے ساتھ تھے ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مقام پر آپ پر غنودگی طاری ہوگئی ۔ آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا ۔ " اللہ تعالیٰ عمرو رضؓ پر رحم کرے ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ نام سُن کر ہم میں سے ہر شخص اس نام کے اشخاص کے بارہ میں تذکرہ کرنے لگا ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھر آنکھ لگ گئی ۔ پھر بیدار ہو کر آپ نے فرمایا ۔ " اللہ تعالیٰ عمرو پر رحم کرے ۔" پھر تیسری دفعہ بھی آپ نے ایسے ہی فرمایا ۔ ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ آپ کا یہ ارشاد کس عمرو کے بارہ میں ہے ۔ آپ نے جواب میں فرمایا :" عمرو بن العاص رضؓ ۔ ہم لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا ۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا :

"مجھے وہ وقت یاد آگیا ۔ جب میں لوگوں سے صدقہ منگواتا تھا تو وہ بہت زیادہ صدقہ لاتے تھے ۔ میں جب پوچھتا کہ کہاں سے لائے ہو تو وہ کہتے خدا نے دیا ۔"

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۵۵)

صحابہ کرامؓ کے خلاف رافضیوں کی وضع کردہ جھوٹی روایت اور اس کا ردّ

جنگِ صفین میں آپ نے سیّدنا معاویہؓ کا ساتھ دیا اور شامی فوج کے امیر العسکر مقرر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب سیّدنا عمرو بن العاصؓ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب شامی فوج زیادہ دیر تک میدان میں ٹھہر نہیں سکے گی تو انہوں نے شامی فوج سے نیزوں پر قرآن اٹھوا دیئے کہ کتاب اللہ جو فیصلہ کرے ہم اس پر راضی ہیں۔ قرآن کے اوپر اٹھتے ہی عراقیوں (سیّدنا علیؓ کی فوج) نے جنگ سے ہاتھ روک لیا۔ سیّدنا علیؓ نے اپنی فوج کو بہت سمجھایا کہ یہ محض فریب اور دھوکہ ہے، لیکن کسی نے انکی کبھی بات کو نہ سُنا۔

یہ روایت خالص سبائی ذہن کی پیداوار ہے اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور اس جیسے راویوں کی وضع کردہ ہے۔ روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانچ سو قرآن نیزوں پر اوپر اٹھائے گئے۔ حالانکہ اس زمانہ میں اتنے قرآن شاید پورے کوفہ میں بھی نہ ہوں چہ جائیکہ میدانِ جنگ میں اتنے قرآن آگئے۔ یہ تو قرآنِ حکیم کی سراسر توہین ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دورانِ جنگ سیّدنا معاویہؓ نے سیّدنا عمرو بن العاصؓ کی تجویز سے ایک شخص کے ہاتھ قرآن حکیم سیّدنا علیؓ کے ہاتھ بھیجا اور انہیں اسے حکم بنانے کے لئے کہا اور سیّدنا علیؓ نے اسے حکم بنانا قبول کر لیا۔ یہ نیزوں پر قرآن حکیم کو اٹھانا سراسر غلط ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۷۲، تطہیر الجنان صفحہ ۱۲۱ - ۱۲۲)

ابن کثیر کے بیان کے مطابق اہلِ شام کی تعداد ۶۰ ہزار تھی جن میں سے ۲۰ ہزار قتل اور اہلِ عراق کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جن میں سے چالیس ہزار قتل ہوئے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۲۷۵) سیّدنا معاویہؓ کو مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کا قتل ہو جانا نہایت گراں گزرا، لہٰذا آپ نے شفقت علی المسلمین کے جذبہ کے تحت اس لڑائی کو بند

کرنے کی یہ تدبیر کی اور فرمایا :

قد فنی الناس فمن للثغور ومن لجهاد المشرکین والکفار

اگر لوگ یونہی فنا ہو گئے تو سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا اور کون مشرکین اور کفار سے جہاد کرے گا ۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صـ۲۷۳ ابن اثیر جلد ۳ صـ۱۶۱)

رافضیوں اور سبائیوں کی وضع کردہ ایک اور جھوٹی روایت اور اس کا تجزیہ

بتایا یہ جاتا ہے کہ سیدنا عمرو بن العاص رضی نے کمال ہوشیاری فیصلہ سنانے کے پہلے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی کو کھڑا کیا (مروج الذہب جلد ۲ صـ۳۱) بلکہ سیوطی کے الفاظ یہ ہیں کہ سید عمرو بن العاص رضی نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری کو دھوکہ اور چالبازی سے فیصلہ سنانے کے لئے آگے کر دیا ۔ (فقدم عمرو ابا موسیٰ الاشعری مکیدۃ منہ)

(تاریخ الخلفاء صـ۱۷۳)

سیدنا ابو موسیٰ رضی نے کھڑے ہو کر سیدنا علی رضی اور سیدنا معاویہ رضی دونوں کو خلافت سے معزول کر دیا اور خلافت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دیا ۔ لیکن سیدنا عمرو بن العاص رضی نے اُٹھ کر اپنا فیصلہ یہ سنایا :

"حضرات ! ابو موسیٰ اشعری رضی کا فیصلہ آپ نے سن لیا ۔ اُنہوں نے اپنے امیر کو جس کی طرف سے وہ حکم ہیں معزول کر دیا ہے ۔ میں بھی انکی تائید کرتے ہوئے ان کو معزول کرتا ہوں ، لیکن اپنے آدمی معاویہ رضی کو برقرار رکھتا ہوں ۔ وہ امیر المومنین عثمان رضی کے ولی اور اُن کے قصاص کے طالب ہیں ، لہذا اُن کی جانشینی کے سب سے زیادہ حق دار ہیں ۔"

یہ فیصلہ سُن کر سیّدنا ابو موسیٰ چلّائے کہ یہ مکّاری ہے اور کہا :

" تمہارے مثال کتّے کی ہے اگر اس پر بوجھ لاد دو تب بھی ہانپتا ہے۔ نہ لاد دو ، تب بھی ہانپتا ہے۔"

اب سیّدنا عمرو بن العاص رضؓ کو غصہ آگیا۔ اُنہوں نے جواب میں فرمایا :

مثلک کمثل الحمار یحمل اسفاراً "

تمہاری مثال گدھے کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

اس کے بعد دونوں پارٹیوں کی آپس میں گالم گلوچ ہوئی اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مروج الذہب جلد ۲ صـ۳۳ ، اخبار الطوال صـ۲۰۱ ، ابن اثیر جلد ۳ صـ۱۶۸ ، طبری جلد ۶ صـ۴۰ ، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صـ۲۸۳ ، طبقات ابن سعد جلد ۴ صـ۲۵۶) ———

یہ روایت ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہے۔ اور ابو مخنف کا نام ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ قابل اعتبار نہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الموضوعات صـ۲۸۶ ، لسان المیزان صـ۴۹۲ ، میزان الاعتدال جلد ۲ صـ۳۶۰) اس شخص نے شیعی افکار کی ترویج اور صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے کے لئے یہ روایت وضع کی۔ اگرچہ اس روایت کو رد کرنے کے لئے لوط بن یحییٰ کا نام ہی کافی ہے۔ لیکن درایۃً بھی یہ روایت سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اس روایت میں ہی سیدنا معاویہؓ کی معزولی کا تذکرہ ہے حالانکہ سیدنا معاویہؓ نے اس وقت تک خلافت کا دعویٰ ہی نہیں کیا تھا اور نہ ہی اہل شام انہیں خلیفہ سمجھتے تھے اور نہ ہی انہیں خلیفہ کہتے تھے۔ بدیں وجہ انہیں معزول کرنے کا کیا مطلب ؟ یا انہیں باقی رکھنے کا کیا معنیٰ ؟

دوسری وجہ اس روایت کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ فیصلۂ تحکیم کے لئے قرار دا دیہ تھی کہ دونوں حکم جس فیصلہ پر متفق ہوں امت کے لئے وہ قابلِ قبول ہوگا۔ اس بات کو سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ اور سیدنا عمرو ابن العاصؓ دونوں جانتے تھے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کو بخوبی پتہ تھا کہ دونوں میں سے تنہا ایک کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے ایک متفقہ فیصلہ سے اختلاف کر کے اپنی بات کو بے وزن بنایا ہو۔ جب کہ تاریخ اسلام میں ان کو ایک بہت بڑا مدبّر اور معاملہ فہم کہا جاتا ہے۔

تیسری وجہ اس روایت کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امت کے استنے اہم مسئلہ کا فیصلہ صرف زبانی کیا گیا تھا جس کو بعد میں پہلے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے زبانی سنا دیا اور اس کے بعد سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے اٹھ کر زبانی اس کی تردید کر دی ۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس قرارداد میں صاف طور پر مذکور تھا کہ

ثم یکتبان شهادتهما علی ما فی هذه الصحیفة

پھر یہ دونوں ثالث ثالثی نامہ کے معاملہ میں اپنا فیصلہ تحریری طور پر مرتب کریں گے ۔ جس میں ان دونوں کی گواہیاں بھی ہوں گی ۔

(طبری جلد ۲ ص ۲۹ ، مروج الذہب جلد ۲ ص ۲۹ ، ایام العرب ص ۳۶۹)

چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں صاف مرقوم ہے کہ سارے بیانات اور ساری کارروائیاں ضبطِ تحریر میں لائی گئیں ۔ کوئی بات زبانی نہیں ہوئی ۔ لیکن امت کی بدقسمتی اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے وہ اصل تحریری فیصلہ آج ہمارے پاس موجود نہیں ہے ، مگر مسعودی جیسے شیعہ مؤرخ نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ :

انهما لم یخطبا و انما کتبا صحیفة

ان حضرات نے زبانی خطاب نہیں فرمایا تھا بلکہ فیصلہ تحریر کیا تھا

(مسعودی ج ۱ ص ۲۷ ، عمرو بن العاص ص ۲۴۱ از حسن ابراہیم حسن)

علامہ طبری نے ایک موقع پر ایک روایت اس مضمون کی نقل کی ہے کہ اجتماع کے وقت اور مقررہ مقام پر سیدنا علی رضؓ نہیں پہنچے تو سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے سیدنا ابو موسیٰ رضؓ اشعری سے کہا کہ یہ بات لکھ لیجئے کہ سیدنا علی نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا چنانچہ سیدنا ابو موسیٰ نے یہ لکھ لیا نے یہ لکھ لیا ۔

(ملاحظہ ہو طبری جلد ۵ ص ۵۸ ، حوادث ۳۷ھ)

پھر اسی باب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب معاہدۂ تحکیم لکھا جانے لگا تو سیدنا علی رضؓ کے نام کے ساتھ امیر المؤمنین لکھا گیا ۔ اس پر سیدنا عمرو بن العاص رضؓ نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ علی رضؓ اور ان کے والد کا نام لکھو کیونکہ

هو امیرك ولا امیرنا

وہ آپ کے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں ہیں ۔

جب یہ ساری باتیں حیطۂ تحریر میں لائی گئیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ معاہدۂ تحکیم تحریر میں نہ لایا گیا ہو بلکہ دوسری روایت سے تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ضرور تحریر میں لایا گیا تھا پھر وہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے جس میں یہ مرقوم ہے کہ اجتماع میں دونوں ثالثوں نے زبانی خطاب کیا تھا اور زبانی خطاب میں بعد والے نے پہلے مقرر کی تردید کر دی۔ اور پھر دونوں پارٹیاں آپس میں گالم گلوچ ہو گئیں۔

ان سب حقائق کی روشنی میں علامہ محب الدین الخطیب نے لکھا ہے کہ :۔

"مسئلہ تحکیم میں کسی مکر و فریب کی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی ثالث سے کسی قسم کی غفلت اور بے وقوفی کا صدور ہوا ہے۔ ہاں ! اِس کا محل جب ہوتا اگر سیدنا عمرو بن العاص رضہ فیصلۂ تحکیم میں یہ اعلان فرماتے کہ وہ معاویہ رضہ کو مسلمانوں کی خلافت اور مؤمنین کی امارت کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں۔ اور سیدنا عمرو بن العاص رضہ نے اس بات کا اعلان کیا ہی نہیں اور نہ ہی سیدنا معاویہ رضہ نے اس کا دعویٰ کیا ہے، اور نہ ہی گذشتہ تیرہ صدیوں میں کسی نے یہ چیز کہی ہے۔ اور سیدنا معاویہ رضہ کی خلافت تو سیدنا حسن بن علی رضہ کی صلح کے بعد شروع ہوئی اور اس کا اتمام سیدنا حسن رضہ کے بیعت کرنے سے ہوا اور اس روز سے انہیں امیر المؤمنین کہا جانے لگا۔ لہٰذا نہ ہی سیدنا عمرو بن العاص رضہ نے سیدنا ابو موسیٰ رضہ کو دھوکا دیا اور نہ ہی ان سے کسی نے دھوکہ کھایا کیونکہ انہوں نے (اپنے اعلان میں) کوئی نئی شے دی ہی نہیں۔ اور نہ فیصلہ تحکیم میں اس شے کا اظہار فرمایا۔ جس کا اظہار سیدنا ابو موسیٰ رضہ نے نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی اس بات کے سوا کوئی اور بات کہی جس پر دونوں ثالثوں کا اتفاق ہوا تھا۔"

(العواصم من القواصم ص۱۷۵ التعلیقہ)

ان حوالجات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمرو بن العاص رضہ کی شخصیت کو مجروح اور داغدار کرنے کے لئے دشمنانِ صحابہ نے ایسی روایات وضع کی ہیں، اور ان موضوع اور منقطع روایات کو ہمارے مؤرخین نسلاً بعد نسلٍ نقل کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس کثرت نقل کی وجہ سے اکثر لوگوں نے انہیں صحیح سمجھ لیا۔ چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی اس قسم کی روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

هذا كله كذب صراح ماجرى منه حرف قط وانما هو شئ

اخبر عنه المبتدعة ووضعته التاریخته للمملوک فتوارثه اهل المجانة والجهارة ......

یہ سب صریح کذب ہے۔ ان میں ایک حرف بھی وقوع میں نہیں آیا۔ یہ وہ واقعات ہیں جن کو اہل بدعت نے نقل کیا ہے اور ان لوگوں نے ان کو گھڑا جو بادشاہوں کی تاریخیں لکھتے ہیں۔ اور مجنوں اور اس قسم کے لوگ جو کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے اور بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں، ان روایات کو نسلاً بعد نسلٍ نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔

(العواصم من القواصم ص۱۷۷)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے مؤرخین کی اسی قسم کی روایات کے بارہ میں لکھا ہے کہ :-

یہ مؤرخین کی روایات تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں۔ نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے اور نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے اور نہ اتصال وانقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غث وثمین سے اور ارسال وانقطاع سے کام لیا گیا ہے، خواہ ابن اثیر ہو یا ابن قتیبہ، ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔ ان اخبار کو مستفاض ومتواتر قرار دینا بالکل غلط ہے اور بے موقع ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ ونقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ احادیث کی موجود ہوں تو وہ بھی مؤول یا مردود قرار دی جائیں چہ جائیکہ روایات تاریخ تاریخ۔ اب آپ اصول تنقید کو پیش نظر رکھ کر کوئی رائے قائم کیجئے۔؟

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱ ص۲۶۶)

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی سب روایات سیدنا عمرو بن العاصؓ کے خلاف ایک سازش کے تحت گھڑی گئی ہیں ورنہ ان کا کردار ایسا نہ تھا جیساکہ ان روایات میں بتایا گیا ہے۔ اس واقعہ پر تفصیلی بحث ہم نے اپنی کتاب علیؓ بن ابی طالب میں کی ہے۔ جہاں دلائل کے ساتھ مسئلۂ تحکیم فیصلۂ تحکیم اور حکمین پر بھی بحث کی گئی ہے۔